ترجمہ موضح قرآن کا تحقیقی جائزہ

*محمد وقار

ABSTRACT

Translation of Quran is one of the most important effort done by Islamic scholars. It has been done in many languages. The Holy Quran was translated first in Latin language, then French and then English. Urdu language came into existence six centuries before. Shah Rafee ul Din was first who translated the Quran in Urdu in 1200 A.H. then his small brother Shah Abdul Qadir translated the Quran. Allah Almighty elected Hazrat Shah Abdul Qadir Dehlvi to translate the Holy Quran in Urdu and he translated the Quran in Urdu and named it as "Muwazzih.e.Quran". Urdu translation of Quran was a big effort at that time. Shah Abdul Qadir translated the Quran in the way that he used complicated Hindi and Sanskrit words in many places. It seems that he translated according to the specific Hindi tribe language. However, his translation was a big effort and huge asset for Ummat.e.Muslima at that time. Afterwards, his elder brother Shah Rafee ud Din translated the Quran in simple way that everyone can easily understand.

This article is all about Muwazzih.e.Quran, its characteristics, editions and the opinions of prominent Islamic Scholars. This has been done by researcher after deep studying books and surfing internet. The researcher got the most websites and book regarding this topic and wrote an informative and useful article. This article helps especially those Islamic scholars who are studying and doing the specialization course about Quran and Tafseer, even though, it is beneficial for all.

Key Words: *Sanskrit, Hindi, Latin, French, Persian, uwazzih, Fath ul Rehman, Inspired Translation*

*۔ریسرچ اسکالر قرآن وسنہ، جامعہ کراچی

"ترجمہ "مستقل ایک فن ہے، مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اس کی ضرورت واہمیت مسلم ہے، تراجم کی مختلف اصناف میں مذہبی تراجم سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں؛اس لیے کہ ایک سروے کے مطابق دنیا بھر کے من جملہ تراجم کی خدمات میں نصف سے زائد خدمات مذہبی تراجم پر مشتمل ہیں۔قرآنِ پاک کا ترجمہ سب سے پہلے لاطینی، پھر فرانسیسی اور پھر انگریزی میں ہوا۔اردو زبان آج سے چھ سات صدی پہلے وجود میں آئی، ترجمہ کی روایت اس میں دوسو سال بعد شروع ہوئی،اس زبان میں سب سے پہلے ''تمہیداتِ عین القضاۃ'' کا ترجمہ ''تمہیداتِ ہمدانی'' کے نام سے شاہ میراں جی خدانمانے 1603ء میں کیا،اردو زبان میں قرآنِ مجید کا سب سے پہلا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے فرزندِارجمند شاہ رفیع الدین صاحب نے 1776ء میں کیا،اس وقت اردو زبان کی نثر اچھی خاصی صاف، سادہ اور رواں ہو گئی تھی، لیکن وہ ترجمہ خاصا لفظی تھا؛اس لیے ان کے حقیقی چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبدالقادر صاحب ؒ نے 1798ء میں اس وقت کی فصیح و بلیغ رائج و مستند ٹکسالی زبان میں دوسرا ترجمہ کیا، یہ ترجمہ اتنا عمدہ ٹھہرا کہ اس سے اہل علم مترجمین نے ترجمہ نویسی کے متعدد اصول وضع کیے۔[1]

مختصر تاریخ اردو ترجمہ قرآن

بارہویں صدی ہجری میں اردو زبان برصغیر پاک وہند میں نہ صرف ادبی زبان بن کر اُبھر رہی تھی بلکہ کثیر تصنیفات وتالیفات اور تراجم کے باعث ایک عام فہم زبان بھی بنتی جارہی تھی۔اگرچہ دکن کی اسلامی ریاستوں میں عرصۂ دراز سے اردو زبان میں عقائد تصوف واخلاقیات اور فقہی کتابوں کے تراجم ہورہے تھے مگر اردو ترجمۂ قرآن کا آغاز ابھی نہ ہوا تھا۔شاید اردو کی نشوونما کی ابتداء میں چونکہ ذخیرۂ الفاظ محدود تھا اس لئے ترجمہ قرآن کی طرف علماء نے قدم نہ اٹھایا۔ دوسری طرف برصغیر سے عربی زبان کے بعد فارسی زبان بھی تیزی کے ساتھ رخصت ہونے لگی تو عوام تو عوام، خواص کے لئے بھی اب ترجمہ قرآن اردو زبان میں ضروری سمجھا جانے لگا، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م1176ھ)جو خود فارسی ترجمہ قرآن کے برصغیر میں اولین مترجم میں شمار ہوتے ہیں ان کے دو صاحبزادوں کو اردو زبان کے ترجمہ قرآن کے اولین مترجم ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

شاہ محمد رفیع الدین دہلوی(م1233ھ/1817ء) نے اردو زبان کا پہلا مکمل لفظی ترجمہ قرآن 1200ھ میں مکمل کیا جب کہ آپ کے چھوٹے بھائی شاہ محمد عبدالقادر دہلوی(م1230ھ/1814ء) نے اردو زبان کی تاریخ کا پہلا مکمل بامحاورہ ترجمہ قرآن 1205ھ/1790ء میں "موضح القرآن" کے نام سے مکمل کیا۔ (جس کی تفصیل آئندہ

ذکر کی جارہی ہے۔) یہ دونوں تراجم قرآن تیرھویں صدی ہجری ہی میں شائع ہونا شروع ہوگئے جس کے باعث ان کو اولیت کے ساتھ ساتھ پذیرائی بھی حاصل ہوئی اگرچہ تاریخ میں ان دونوں اردو تراجم قرآن سے قبل کے بھی تراجم پائے جاتے ہیں لیکن یاتو وہ مکمل ترجمہ قرآن نہیں تھے یا مخطوطہ ضائع ہوگئے اس لحاظ سے ان دونوں بھائیوں کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ ایک لفظی ترجمہ قرآن کا بانی ہے تو دوسرا بامحاورہ ترجمہ قرآن کا حامل۔

شاہ برادران کے بعد فورٹ ولیم کالج (قائم شدہ 1214ھ/1800ء) نے پہلے انجیل کا اردو زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا اور پھر 5 مولوی حضرات نے مل کر اردو میں ترجمہ قرآن (1219 ھ /1804ء) میں مکمل کیا۔ تیرھویں صدی ہجری میں ایک محتاط اندازے کے مطابق 25 ترجمہ قرآن اردو زبان میں کئے گئے مگر کسی کو بھی شاہ برادران کی طرح پذیرائی حاصل نہ ہوسکی البتہ سر سید احمد خاں کی تفسیر اور ترجمہ 15 پاروں تک شائع ہوا تھا اور علی گڑھ کے ہم خیال لوگوں کے درمیان اس کو پذیرائی بھی حاصل ہوئی۔ مگر سر سید احمد خاں کے ترجمہ قرآن سے جدید ترجمہ قرآن کا دور شروع ہوتا ہے جس میں عام روایت سے ہٹ کر ترجمہ اور تفسیر کی گئی۔اس جدید رجحان کو علی گڑھ سے فارغ التحصیل افراد نے سر سید کی فکر کو آگے بڑھانے میں بہت مدد دی۔ سر سید احمد خان کے ہم خیال لوگوں نے اپنی دانست میں ترجمہ قرآن کو ایک عام کتاب سمجھ کر ترجمہ کرنا شروع کر دیا جس کے باعث ایک بڑی تعداد مترجمین کی سامنے آئی جن میں سے چند اردو مترجمین قرآن کے نام معروف ہیں مثلاً نذیر احمد دہلوی ، مولوی عاشق الٰہی میر ٹھی ، مولوی فتح محمد جالندھری، مرزا وحیدالزماں، مولوی عبداللہ چکڑالوی، ابوالکلام آزاد، چودھری غلام احمد، عبدالماجد دریاآبادی۔ سر سید احمد خان کے رفقاء کار کے علاوہ ایک بڑی تعداد مترجمین قرآن کی دارالعلوم دیوبند (قائم شدہ 1283ھ) کے مترجمین کی بھی چودھویں صدی ہجری میں سامنے آتی ہے جن میں مندرجہ ذیل مترجمین کے نام قابل ذکر ہیں: مولوی فیروزالدین روحی، مولوی محمد میمن جوناگڑھی، مرزا حیرت دہلوی، مولوی عبدالحق، مولوی محمد نعیم دہلوی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمد الحسن دیوبندی وغیرہ۔

اردو تراجم القرآن کی ابتدا:

برصغیر کے بعد علماء کی رائے میں عبدالعلی بلگرامی کے ترجمہ آیات مرتبہ 1200ھ کے بعد تاریخی اعتبار سے پہلا اردو ترجمہ قرآن مجید 1788ء میں شاہ رفیع الدین دہلوی کا ہے، جو 1254ھ میں پہلی بار کلکتہ اسلام پریس سے شائع ہوا۔ 1205ھ میں شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا ترجمہ اور تفسیر موضح القرآن تصنیف ہوا۔[(2)]

موضح قرآن کے مصنف کے حالات زندگی

آپ کا مکمل نام " شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین شہید بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدین " ہے۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔آپ کی ولادت 1166ھ، مطابق 1753ء کو "دہلی" میں ہوئی۔ آپ کے والد حضرت شاہ ولی اللہ کا وصال ان کے میں ہی ہو گیا تھا،آپ کی تعلیم و تربیت برادر اکبر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے زیر نگرانی ہوئی۔ تمام علوم کی تحصیل و تکمیل حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے فرمائی۔ حضرت شاہ عبدالقادر نے شاہ عبدالعدل سے سلوک کی منازل طے کیں، اوران کے دست پر بیعت ہوئے۔آپ عالم، عامل، فقیہ فاضل، زاہد، عابد خصوصاً فقہ و تفسیر میں یگانۂ روزگار، صاحبِ ورع واتقاء صادق الفراست تھے، تمام علوم آپ نے بھائی شاہ عبدالعزیز سے حاصل کیے، تمام عمر تدریس و تنشیر علوم میں رہ کر خاص و عوام کو اپنے چشمۂ فیض سے سیراب کیااور اپنے والد ماجد کی تعلیمات کو پھیلایا۔ ہمہ وقت درس وافادہ میں مشغول اور دہلی کی اکبر آبادی مسجد میں مقیم رہتے تھے۔ان سے عبدالحي بڑھانوی، مولانا فضل حق خیر آبادی، شاہ اسحاق دہلوی اور بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا۔آپ کا وصال 63 سال کی عمر میں 19 رجب 1230ھ بمطابق 1814ء کو دہلی میں ہوا۔ اپنے جد امجد شاہ عبدالرحیم کے پاس ہی دفن ہوئے۔[3]

ترجمہ موضح قرآن

قدیم وجدید ترجموں میں حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا ایک خاص مقام ہے۔ ان کا ترجمہ قرآن اردو کے ترجموں میں سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے اردو زبان میں قرآن کریم کا بامحاورہ ترجمہ کیا۔ان کا ترجمہ ادب اردو کی شاہ کار تصانیف میں سے ایک ہے۔آج سے تقریباً دو سال پیشتر نثر اردو ادب کے معیاری نمونہ کی بہترین مثال ہے۔آپ کا اردو ترجمہ "موضح القرآن" اپنی غیر معمولی خصوصیات کی وجہ سے بر صغیر کے مسلمانوں میں "الہامی ترجمہ" کے نام سے مشہور رہا ہے اور حقیقت میں یہ قرآن کریم کا واحد ترجمہ ہے جو اردو میں پہلا بامحاورہ ترجمہ ہونے کے ساتھ ساتھ قرآنی الفاظ کی ترتیب اور اس کے معانی و مفہوم سے حیرت انگیز طور پر قریب ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس ترجمہ کو 12 سال کی طویل مدت کے اعتکاف میں پایہ تکمیل تک پہنچایا اور 1205ھ میں اسے مکمل کیا۔اس کے مختلف نام کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں، مثلا: ترجمہ قرآن شریف، ترجمۃ القرآن اور موضح القرآن وغیرہ۔[4]

قرآن کریم کا یہ ترجمہ اردو زبان کا ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ جس کی حفاظت ہندوپاک کے مسلمانوں کے لیے ایک دینی فریضہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اس ترجمہ میں متعدد خوبیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔

"حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کا ترجمہ جیسے استعمال محاورات میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے ویسے ہی باوجود پابندی محاورہ، قلت تغیر اور خفت تبدل میں بھی بے مثل ہے"۔ (5)

موضح قرآن کی اہمیت

حضرت شاہ صاحب کا ترجمہ علمی وادبی اور قبول عام کے لحاظ سے اردو ترجموں میں کیا رکھتا ہے؟ اس کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ اہل علم اور ارباب طریقت دونوں اس ترجمہ کو الہامی ترجمہ "قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ شاہ صاحب نے جس دور میں یہ ترجمہ فرمایا، اس وقت موصوف کے سامنے عجمی زبان کے ترجموں میں فارسی تراجم کے سوا کوئی مکمل اردو، ہندی ترجمہ موجود نہیں تھا، جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ شاہ صاحب نے اس سے استفادہ کر کے اپنا ترجمہ مکمل فرمایا، البتہ شاہ صاحب کے سامنے اپنے والد کا ترجمہ فارسی ضرور رہا ہو گا اور اس ترجمہ کا تذکرہ شاہ صاحب نے مقدمہ میں خود بھی کیا ہے، لیکن شاہ صاحب کے ترجمہ اور تشریحی فوائد پر تحقیقی نظر رکھنے والے علمائے کرام اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ شاہ صاحب اپنے ترجمہ میں "فتح الرحمٰن" کے مقلد نظر نہیں آتے، بلکہ ترجمہ کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ شاہ صاحب کی مجتہدانہ بصیرت کا پتہ دیتا ہے، اور موصوف کا تخلیقی کمال ایک ایک جملہ کے اندر سے منہ بولتا ہے۔ (6)

موضح قرآن سے استفادہ عام میں دشواریاں

چودہویں صدی ہجری کے آغاز تک اردو میں قرآن کریم کے متعدد ترجمے شائع ہو چکے تھے۔ ان میں بعض ترجمے بامحاورہ اور مروج زبان میں اہل علم واہل ذہانت حضرات کے تھے۔ اور اس کے مقابلے میں بعض تراجم ایسے بھی آئے جو آزاد خیال حضرات نے کیے تھے اور جن میں گوناگوں اغلاط ومفاسد پائے جاتے تھے۔ اور ان میں قرآن کریم کے مفاہیم پر زبان کے تقاضوں کو ترجیح دی گئی تھی آسان اور بامحاورہ زبان کی وجہ سے یہ ترجمے عوام میں مقبول ہونے لگے۔ دوسری طرف حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمے سے استفادہ عام میں کچھ دشواریاں پیش آنے لگیں اول تو یہ کہ اس ترجمے کے بعض الفاظ اور محاورات وقت گزرنے کے ساتھ یا تو متروک ہو گئے یا ان کا استعمال بہت کم ہو گیا۔ دوسری دشواری ترجمہ کی وجہ سے نہیں بلکہ طبیعتوں کی سہل پسندی کی وجہ سے پیدا ہوئی یعنی اس ترجمہ کی جو سب سے نمایاں اور ممتاز خوبی تھی کہ کم سے کم الفاظ میں قرآن کریم کے مفہوم ومنشاء کی تعبیر۔ یہی خوبی ان طبیعتوں پر گراں گزرنے لگی جو

غور و فکر کی عادی نہیں رہیں۔ اس وجہ سے بھی ان کا میلان ان جدید ترجموں کی طرف زیادہ ہونے لگا۔ ان ترجموں کی غلطیوں اور مفاسد سے لوگوں کو بچانے کیلئے اس وقت کے علمائے کرام کو اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک نیا ترجمہ سہل اور آسان اردو میں ایسا کیا جائے جو ایک طرف ان مفاسد سے بھی پاک ہو اور دوسری طرف مروجہ محاورے کے مطابق سہل اور آسان ہو۔

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے والد محترم شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، ان کے برادران اکبر شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے قرآن کریم کی بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ اس خاندان کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اپنے مقدمۂ ترجمہ قرآں میں رقمطراز ہیں:

> ''ترجمہ کی راہ ہندوستان میں اگر شاہ دہلویؒ اور ان کے خاندان والوں نے نہ کھول دی ہوتی تو آج خدا معلوم کتنی دشواریوں کا سامنا ہوتا، عربی زبان میں جملوں ترتیب اردو زبان سے بالکل مختلف ہے۔ جب ہم عربی کے کسی جملے کا ترجمہ کرنا چاہیں تو اردو میں جملہ کچھ بے ھنگم سا ہو جاتا ہے۔ مثلاً: جاء احمد کا لفظی ترجمہ "آیا احمد" اور ترجمہ منطقی یا بامحاورہ ترجمہ "احمد آیا" ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ پہلا لفظ آخری ہو گیا اور آخری پہلا ہو گیا۔ اسی ترجمہ سے جملہ جتنا طویل ہو اتنا ہی اس کی اردو ترتیب میں منطق و عقل سے کام لینا پڑتا ہے، ورنہ مفہوم سمجھنا نہایت ہی دشوار ہو جاتا ہے۔ شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے اس امر کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور تحت اللفظ ترجمہ کی گرانی فہم کو محسوس کیا۔ لہذا انہوں نے بامحاورہ ترجمہ کی بنیاد ڈالی۔ قرآن کریم کے بامحاورہ ترجمہ کو علماء بڑے شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے، لیکن شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے بڑی جرات اور ہمت سے اس ذمہ داری کو بخوبی مکمل کیا''

ترجمہ کیلئے الفاظ کا انتخاب ان کے تحریر کردہ لفظ سے بہتر نہیں ہو سکتا، اسلوب اتنا طبیعی اور پر اثر کہ زمانہ جدید کے بعض تراجم سے بہتر اسلوب کیلئے ایک آیت ملاحظہ ہو:

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ (۷)

"کاہے کی راہ دیکھتے ہیں یہ لوگ، مگر یہی کہ ان پر آویں فرشتے یا آویں تیرا رب یا آویں کوئی نشان تیرے رب کا؟ جس دن آوے گا ایک نشان تیرے رب کا، کام نہ آوے گا ایمان لانا کسی کا، جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی، تو کہہ: راہ دیکھو، ہم بھی راہ دیکھتے ہیں"

ملاحظہ ہو مندرجہ بالا آیات کا ترجمہ کس سلاست اور آسانی سے کر دیا، یہ سہل ممتنع نہیں تو کیا ہے۔ قرآن کریم کی شکل میں نہیں، بلکہ تقریر یا خطاب کی شکل میں رسول اکرم ﷺ پر نازل ہوا تھا، قرآن کریم کی اس روح کو شاہ عبدالقادرؒ نے کتنی خوبی سے قائم رکھا ہے۔ ایک اور آیت کا ترجمہ بطور مثال مندرجہ ذیل ہے:

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝۲۶ (۸)

"اللہ کشاد کرتا ہے روزی جس کو چاہے اور تنگ اور وہ ریجھے ہیں دینا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے حساب میں مگر تھوڑا برتنا"

مندرجہ بالا ترجمہ میں "فرحوا" کا ترجمہ "ریجھے" کیا ہے۔ یہاں لفظ ریجھے بر محل اور موزوں ہے۔ یہ شاہ عبدالقادرؒ کی عبقریت اور علمیت کا مسلم ثبوت ہے۔

موضح قرآن کی خصوصیات

ترجمہ موضح قرآن کی سب سے اہم اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ علمائے کرام ان کے ترجمہ کو الہامی ترجمہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

- مولوی عبدالحق، حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کی اہم خصوصیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے ترجمہ کی زبان کو ریختہ نہیں بلکہ ہندی متعارف سے موسوم کیا ہے۔ ہندی متعارف سے وہی زبان مراد ہے جسے آج کل ہندوستانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (9)
- اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مطالب قرآن کریم کے مفہوم سے بہت زیادہ قریب ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس ترجمہ کو الہامی ترجمہ کہا جاتا ہے۔

- حضرت شاہ صاحب جگہ جگہ ترتیب میں تصرف کرتے ہیں، مگر بقدر ضرورت اور عندالحاجت نہایت غور اور احتیاط کے ساتھ جس کی وجہ سے ممدوح کا ترجمہ جیسے استعمال محاورات میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے، ویسا ہی باوجہ پابندی محاورہ قلت تغیر اور خفت تبدل میں بھی بے مثل ہے۔
- اس کے علاوہ بعض تصرفات خفیفہ مفیدہ اور بھی کرتے ہیں، مثلا: ترجمہ میں کوئی بھی لفظ مختصر بڑھادیتے ہیں جس سے مطلب واضح ہو جائے یا مراد خداوندی مبین ہو جائے سو یہ امر ایسا ہے کہ ترجمہ تحت اللفظی میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں۔
- اس ترجمہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ دیگر مترجمین کی طرح قرآن کریم کا مطلب واضح کرنے کیلئے قوسین میں اپنی جانب سے بڑھائے ہوئے الفاظ سے مبرا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہر لفظ کا ترجمہ اس کے نیچے ہونے اور پھر عبارت کے بامحاورہ رہنے کا کمال اس ترجمہ سے ملتا ہے۔
- ایسا ہی ترجمہ میں بھی بعض الفاظ کو چھوڑ بھی جاتے ہیں، مثلا: بعض مواقع میں ان کا ترجمہ نہیں کرتے "یا ابت" کے ترجمہ میں "اے میرے باپ" نہیں کہتے بلکہ صرف "اے باپ" پر اکتفا کرتے ہیں۔ اسی طرح "یابنی" کا ترجمہ "اے میرے چھوٹے بیٹے" کی جگہ صرف "اے بیٹے" فرمایا ہے۔ سو اس قسم کے تصرفات میں کچھ حرج نہیں، ترجمہ لفظی تک میں ان کی گنجائش ہے۔

ترجمہ موضح قرآن میں خاص باتوں کا خیال اور اس کے فوائد

حضرت شاہ صاحب نے اپنے ترجمہ میں کن کن باتوں کا خیال رکھا ہے؟ اور ان کے کیا فوائد ہیں؟ اس حوالے سے آپ نے چند باتوں کا خاص طور پر بہت لحاظ رکھا ہے، [10] وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- ترجمہ میں اختصار و سہولت
- الفاظ قرآنی کی لفظی اور معنوی موافقت
- صرف لغوی معنی پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ مرادی اور غرض اصلی کا ہر موقع میں بہت لحاظ بھی رکھتے ہیں۔
- ترجمہ میں ایسا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں کہ جس کی وجہ سے اگر کسی قسم کا اجمال اور اشکال ہو تو وہ زائل ہو جاتا ہے۔
- بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں اور دوسری جگہ کچھ اور فرماتے ہیں، حالانکہ معنی لغوی اس لفظ کے ایک ہی ہوتے ہیں۔

- ہر مقام کے مناسب جدا جدا عنوان سے وضاحت کرتے ہیں، جس سے قرآن کی غرض اور مراد سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اسی سہولیت اور وضاحت کی رعایت سے کبھی مضمون ایجابی کو عنوان سلبی میں ادا کرتے ہیں۔
- اکثر مواقع میں نفی اور استثناء کی جدا جدا ترجمہ نہیں کرتے بلکہ حصر جو اس سے مقصود ہے اس کو مختصر ہلکے لفظوں میں محاورہ کے موافق بیان کرتے ہیں۔
- حال، تمیز، بدل وغیرہ حتی کہ مفعول مطلق کے عنوانات کی بھی رعایت رکھتے ہیں۔
- اردو کے محاوروں کے موافق بالجملہ الفاظ اور معانی دونوں کے متعلق بوجوہ متعددہ بہت غور اور رعایت سے کام لیا گیا ہے۔

ترجمہ میں کثرت سے ہندی الفاظ کا استعمال کیوں؟

شاہ عبدالقادرؒ نے اپنے ترجمہ میں ہندی اور سنسکرت کے خاص خاص الفاظ استعمال کیے، حالانکہ اس دور کی اردو نظم و نثر کے نمونے یہ بتاتے ہیں کہ ہندی الفاظ کا استعمال اس وقت اتنا عام نہ تھا۔ صرف ہندو طبقہ میں ان لفظوں کا رواج ہو گا۔ لیکن شاہ صاحب نے کہیں کہیں چھانٹ چھانٹ کر اونچے اور مشکل ہندی الفاظ کے ذریعے قرآن کا مفہوم بیان کرتے ہیں اور اس کا یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ غیر مسلم طبقہ قرآن کے پیغام سے قریب ہو۔ شاہ عبدالقادر کے والد محترم اپنی مشہور کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں یہ بیان کر چکے تھے کہ کسی غیر مسلم قوم پر دین حق کی تبلیغ اتمام حجت کی حد تک کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس قوم کی زبان میں اسلامی اصول پیش کیے جائیں تاکہ وہ سمجھیں۔ اگر اس درجہ ابلاغ دین نہ ہو گا تو وہ قوم اصحاب الاعراف کی حیثیت میں ہو گی۔[11]

شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے ترجمہ میں فرق

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے بڑے بھائی حضرت شاہ رفیع الدین صاحب نے آپ کے چند سال بعد ترجمہ قرآن اردو زبان میں لکھا ہے۔ زمانہ ایک ہی تھا، البتہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے اردو ترجمہ میں ہندی اور سنسکرت کے خاص الفاظ استعمال کیے اور صرف ہندو طبقہ میں ان لفظوں کا رواج تھا، لیکن شاہ صاحب نے کہیں کہیں چھانٹ چھانٹ کر اونچے اور مشکل ہندی الفاظ کے ذریعے قرآن کا مفہوم بیان کیا ہے۔ اور اسی مقصد تبلیغ کے تحت آپ کے ترجمہ میں کہیں کہیں ٹھیٹھ ہندی اور کسی جگہ سنسکرت کے الفاظ ملتے ہیں۔ جبکہ شاہ رفیع الدین نے اپنے ترجمہ قرآن میں آسان اور عام فہم الفاظ کا استعمال کیا ہے کہیں کوئی لفظ مشکل ہندی اور سنسکرت کا نظر نہیں پڑتا۔[12]

موضح قرآن کے نسخہ جات

حضرت شاہ صاحب نے اس ترجمہ کو 12 سال کی طویل مدت کے اعتکاف میں پورا کیا اور تکمیل کا سنہ 1205 ہجری ہے۔اس کے متعدد قلمی نسخے متعدد کتب خانوں میں مختلف ناموں سے پائے جاتے ہیں، مثلاً: ترجمہ قرآن شریف یا ترجمۃالقرآن یا موضح قرآن وغیرہ۔ پاک وہند کے مختلف مکتبات میں طویل سرچ اور جدوجہد کے بعد موضح قرآن کے چند نسخہ جات منظر عام پر آئے ہیں۔ ذیل میں انہیں ذکر کیا جاتا ہے:

پہلا نسخہ

یہ ترجمہ پہلی مرتبہ سید عبداللہ بن سید بہادر علی نے دہلی کے مطبع احمدی میں طبع کروایا تھا،اس ایڈیشن پر تاریخ طبع 27 جمادی الاولی 1225ھ بمطابق 1829ء لکھی ہوئی ہے۔

دوسرا نسخہ

اس کے بعد دوسرا ایڈیشن 1253ھ بمطابق 1837ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ یہ دو جلدوں پر مشتمل تھا، پہلی جلد سورہ فاتحہ سے سورہ کہف تک اور دوسری جلد سورہ مریم سے سورہ ناس ہے۔

تیسرا نسخہ

موضح قرآن کے ساتھ پہلی مرتبہ دہلی کے مطبعہ احمد 1307ھ بمطابق 1889ء میں طبع ہوا۔اس کا پشتو ترجمہ محمد فتح قندھاری نائب مفتی ریاست بھوپال 1278ھ بمطابق 1861ء بھوپال کے مطبعہ سکندری سے طبع ہو چکا ہے۔اس کے قلمی نسخہ رضالائبریری، رام پور اور ادارہ ادبیات اور حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔

دیگر نسخہ جات

شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمہ اور تفسیر کے متعدد ایڈیشن برصغیر ہندوپاک سے شائع ہو چکے ہیں،تاج کمپنی کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔انہوں نے مختلف ایڈیشن مختلف احجام اور مختلف تجلید میں بہت خوبصورتی سے طبع کیے ہیں۔چند کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

- ضخامت ایک ہزار بارہ صفحات، طول ساڑھے سات انچ اور عرض پانچ انچ ہے۔ حروف خوبصورت اور طباعت واضح ہے۔کاغذ عمدہ اور سفید، جلد پلاسٹک،تاج کمپنی لمیٹڈ،قرآن منزل لاہور نے طبع کر کے شائع کیا ہے۔ہر صفحہ پر گیارہ سطریں ہیں، خوبصورت سبز رنگ کی زمین پر قرآنی عربی متن ہے،اس کے تحت شاہ عبدالقادر

دہلویؒ کا ترجمہ ہے، حاشیہ پر موضح قرآن ہے۔ آخر میں دعا ختم قرآن اور رموز او قاف، قرآن مجید کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ ہیں۔

- ضخامت ایک ہزار بارہ صفحات، طول ساڑھے سات انچ اور عرض پانچ انچ ہے۔ چکنے رنگین کاغذ پر خوشنما سبز رنگ کی زمین پر قرآنی عربی متن ہے، تحت السطر اردو ترجمہ ہے، حاشیہ پر تفسیر موضح قرآن ہے۔ کتابت بہت ہی خوبصورت موتیوں کی لڑی کی طرح متناسب اور متناسق ہے۔ طباعت عکسی بہت صاف اور واضح ہے، جلد مضبوط اور خوبصورت ہے۔
- ضخامت سات سو بتیس صفحات ہیں۔ طول ساڑھے سات انچ اور عرض پانچ انچ ہے۔ عمدہ سفید کاغذ گہری سبز زمین پر قرآنی عربی متن اور تحت السطر اردو ترجمہ ہے۔ حاشیہ پر موضح قرآن طبع ہے۔ ہر صفحہ پر بارہ سطریں ہیں۔ کتابت اور طباعت اچھی ہے۔ جلد پلاسٹک کور کی ہے۔
- کتب خانہ آصفیہ کے نسخے "ترجمۃ القرآن میں شروع قرآن شریف سے ختم سورہ کہت تک کا ترجمہ و تفسیر ہے۔ یہ جلد اول ہے اور سورہ کہف کی آخری آیت پر یہ جلد ختم ہوتی ہے۔ اس کے کاتب کا نام "محمد شرف الدین چشتی" ہے اور اس کی کتابت سن 1224 ہجری میں ہوئی ہے۔

موضح قرآن کے بارے میں مترجمین کی آراء

قرآن کریم کے اردو زبان میں جتنے بھی علمائے کرام نے ترجمے کیے ہیں اور جو اپنے اپنے وقت میں مشہور ہوئے، ان مترجمین نے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمہ سے استفادہ کیا ہے اور انہیں اس ترجمہ کی لطافت اور باریکیاں قریب سے نظر آئی ہیں۔ ذیل میں ہم موضح قرآن کے بارے میں مترجمین کی آراء کو قلمبند کرتے ہیں :

حضرت شیخ الہندؒ کی رائے

حضرت شیخ الہندؒ اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ اس وقت کے اہل علم نے مجھ سے ایسا ترجمہ کرنے کی درخواست کی۔ میں نے غور وفکر کے بعد فرمایا کہ پہلی ضرورت یعنی زبان و محاورے کی سہولت تو بعض نئے ترجموں سے پوری ہوگئی جو اہل علم و فہم حضرات نے کئے ہیں۔ البتہ یہ ترجمے ان خوبیوں سے محروم ہیں جو موضح القرآن میں موجود ہیں۔ اب اگر کوئی نیا ترجمہ کیا جائے گا تو وہ آسان اور بامحاورہ تو ہوگا مگر حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمے کی خوبیاں کہاں سے آئیں گی؟ فرمایا کہ اب یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ نئے ترجموں کی موجودگی میں حضرت شاہ صاحب کی یہ بے مثال قرآنی خدمت کہیں رفتہ رفتہ معدوم ہی نہ ہو جائے۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں۔

''اس چھان بین اور دیکھ بھال میں تقدیر الٰہی سے یہ بات دل میں جم گئی کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا افضل و مقبول و مفید ترجمہ رفتہ رفتہ تقویم پارینہ نہ ہو جائے۔ یہ کس قدر نادانی بلکہ کفران نعمت ہے۔اور وہ بھی سرسری عذر کی وجہ سے اور عذر بھی وہ جس میں ترجمہ کا کوئی قصور نہیں اگر قصور ہے تو لوگوں کی طلب کا قصور ہے''(13)

اسلئے حضرت شیخ الہندؒ نے جدید ترجمہ کا ارادہ تو اسلئے نہیں فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ کی حفاظت ضروری تھی۔ البتہ اس ترجمے سے استفاد کرنے میں مذکورہ بالا دشواریاں تھیں انکو دور کرنے کا ارادہ فرمالیا۔ چنانچہ اس ارادے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

''اس لئے ننگ خلائق کو یہ خیال ہوا کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح کے مبارک مفید ترجمہ میں لوگوں کو جو کل دو خلجان ہیں یعنی ایک بعض الفاظ و محاورات کا متروک ہو جانا دوسرے بعض بعض مواقع میں ترجمہ کے الفاظ کا مختصر ہونا۔ جو اصل میں تو ترجمہ کی خوبی تھی مگر بنائے زمانہ کی سہولت پسندی اور مذاق طبیعت کی بدولت اب یہاں تک نوبت آگئی کہ جس سے ایسے مفید اور قابل ترجمہ کے متروک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سو اگر غور و احتیاط کے ساتھ ان الفاظ متروکہ کی جگہ الفاظ مستعملہ لے لئے جائیں اور اختصار و اجمال کے موقعوں کو تدبر کے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کر کے کچھ کھول دیا جائے تو پھر ان شاءاللہ حضرت شاہ صاحب کا یہ صدقہ فاضلہ بھی جاری رہ سکتا ہے''(14)

مولانا سید سلیمان ندویؒ کی رائے

مولانا سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ :

''شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمے اور حواشی کی خوبی کا اصلی اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس نے خود قرآن پاک کے سمجھنے کی تھوڑی کوشش کی ہے''

سر سید احمد خان کی رائے

سر سید احمد خان "آثار الصنادید" میں شاہ صاحب کے ترجمے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''ان کا ترجمہ کلام اللہ کا، اردو لغات کے لیے ایک بڑی سند ہے''

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی رائے

علامہ انور شاہ کشمیریؒ اپنے شاگردوں کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا ترجمہ دیکھو اور بعض مسائل جو تفسیر سے حل نہیں ہوتے وہ اس ترجمے سے حل ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر مولوی عبدالحقؒ کی رائے

ڈاکٹر مولوی عبدالحق، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے ترجموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شاہ عبدالقادر کے ترجمے میں اس قدر پابندی نہیں کی گئی ہے، بلکہ وہ مفہوم کی صحت اور لفظ کے حسن کو برقرار رکھنے کے علاوہ اردو زبان کے روزمرہ اور محاورہ کا بھی خیال رکھتے ہیں، دوسری خوبی ان کے ترجمے میں ایجاز کی ہے یعنی وہ ہمیشہ اس بات کو مد نظر رکھتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو کم سے کم الفاظ میں مفہوم صحت کے ساتھ ادا ہو جائے، شاہ عبدالقادر کا ترجمہ دوسرے ترجموں کے مقابلے میں اس قدر بہتر اور افضل ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے ہوتے ہوئے چند سال بعد دوسرے ترجموں کی ضرورت کیوں سمجھی گئی''(15)

ایک اور جگہ مولوی عبدالحق رقمطراز ہیں:

''شاہ عبدالقادر کا ترجمہ بہت مقبول و مشہور ہوا اور ابھی تک بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ ترجمہ ٹھیٹھ اردو میں ہے۔ اس کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ عربی الفاظ کیلئے اردو یا ہندی کے ایسے برجستہ اور برمحل الفاظ ڈھونڈ نکالتے ہیں کہ ان سے بہتر ملنا ممکن نہ ہو''(16)

مولانا خواجہ عبدالحیؒ کی رائے

مولانا خواجہ عبدالحیؒ صاحب، استاد تفسیر، ناظم دینیات، جامعہ ملیہ دہلی لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ ولی اللہؒ کو یہ اولین فخر حاصل ہے کہ انہوں نے اس ظلمت آباد ہند میں ترجمہ قرآن کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کو پھر اس چشمہ حیات کی طرف لے کر آئے جو عربی سے ناواقف ہونے کی بناء پر اللہ کی کتاب سے بعد و ہجر اختیار کر چکے تھے، اس کے بعد ان کے مایہ روزگار فرزند سعید حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اس کو اردو کا جامہ پہنا کر بقائے دوام کا زرین تاج اپنے سر پر رکھا اور بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ آج سرزمین ہند میں قرآن مجید کے جس قدر تراجم ملتے ہیں سب کے سب اسی موضح قرآن کے خوشہ چیں ہیں''

مولوی فتح محمد جالندھری کی رائے

شاہ عبدالقادر کی تعریف میں مستند مترجم مولوی فتح محمد جالندھری یوں فرماتے ہیں:

''اس بات پر علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ اردو میں شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ قرآن اپنے وقت کی زبان کے اعتبار سے نہایت خوش خوش محاورہ تھا، اور حقیقت میں اس کے چھوٹے چھوٹے جملے، میٹھے میٹھے الفاظ، اس کی پیاری پیاری زبان ایسی ہے کہ اب بھی جو سنتا ہے، سر دھنتا ہے''

ڈپٹی نذیر احمد کی رائے

ڈپٹی نذیر احمد نے 1314ھ میں قرآن کریم کا ترجمہ لکھا جس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''جب ایک خاندان کے ایک چھوڑ تین تین ترجمے لوگوں کو مل گئے ایک فارسی مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا اکھٹے دو دو اردو، ایک شاہ عبدالقادر صاحب کا اور ایک شاہ رفیع الدین صاحب کا تو اب ہر ایک کو ترجمہ کا حوصلہ ہو گیا مگر خاندان شاہ ولی اللہ کے سوا کوئی شخص مترجم ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ وہ ہرگز مترجم نہیں بلکہ مولونا شاہ والی اللہ صاحب اور ان کے بیٹوں کے تراجم کے مترجم ہے کہ انہیں ترجموں میں اس نے ردوبدل تقدیم وتاخیر کر کے جدید ترجمہ کا نام کر دیا ہے''(17)

موضح قرآن اور عصر حاضر کے تراجم

ترجمہ موضح قرآن، قرآن کریم کے اردو تراجم میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے بعد جنھوں نے بھی قرآن کریم کا اردو ترجمہ کیا ہے، انہوں نے آپ کے ترجمہ سے استفادہ ضرور کیا ہے۔ اردو زبان میں پہلی مرتبہ قرآن کریم کا ترجمہ کرتے وقت آپ نے مشکل ہندی الفاظ اور سنسکرت کے الفاظ کا بھی خاصا استعمال کیا ہے، جس کی وجہ سے ترجمہ قدرے مشکل لگتا ہے، جس کو وقت کے اگرچہ وقت کے علمائے کرام سمجھ لیتے تھے، مگر ترجمہ عام فہم نہ ہونے کی وجہ سے عوام تک رسائی حاصل نہیں ہو رہی تھی، چنانچہ آپ کی اس کاوش کا یہ نتیجہ سامنے آیا کہ آپ کے ترجمہ کو مدنظر رکھ کر بعد کے علمائے کرام نے عام فہم اور آسان الفاظ کے چناؤ سے ترجمہ میں جان ڈالی۔ عصر حاضر میں ہر مکتبہ فکر کے علمائے کرام نے قرآن کریم کے اردو تراجم کیے ہیں اور ہر ایک نے وقت کی ضرورت کے مطابق مستعمل اور رائج الفاظ کا استعمال ترجمہ کرتے وقت کیا ہے، لہٰذا دور حاضر کے عام وخاص کو اس وقت کے تراجم کے مطابق قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنا اور سمجھنا چاہیے۔

اختتامیہ

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمہ موضح قرآن کا تعارف، خصوصیات، مطبوعات اور مترجمین کی آراء کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد ہمارے سامنے اس کے خدوخال کچھ یوں واضح ہوتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کا ترجمہ ہندوپاک میں پہلا بامحاورہ اردو ترجمہ ہے۔اس میں اگرچہ کئی مقامات میں الفاظ بے ترتیبی انداز میں سامنے آئے ہیں، مگر اس کے باوجود بھی اس کی مقبولیت کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے مطالب و معانی کے بہت زیادہ قریب ہے۔ان کے ترجمہ نے نہ صرف مترجمین، علمائے کرام کو متاثر کیا بلکہ عوام نے بھی اس سے بہت استفادہ کیا۔ان کی اس محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعد کے آنے والے تمام مترجمین نے آپ ہی کے ترجمہ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے اپنے ترجمے قلمبند کیے ہیں۔درحقیقت یہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی محنت کا ہی ثمرہ ہے کہ جنہوں نے قرآن کریم کا پہلا فارسی زبان میں ترجمہ فتح الرحمان کے نام سے پیش کیا اور اپنے دونوں فرزندان حضرت شاہ عبدالقادر اور حضرت شاہ رفیع الدین کو بھی اس فریضہ کا پابند کیا۔ آج تاریخ ان کے تراجم کو سرفہرست رکھتی ہے اور سنہرے الفاظ سے یاد رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ مجھے اور قارئین کو ان حضرات کے علوم سے مستفیض فرمائے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حوالہ جات

1. ترجمہ نگاری اور ابلاغیات، مطبوعہ: مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدر آباد، ص: 176تا180
2. محمد باقر خان، خاکوانی، پاکستان میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر، اشاعت سوئم 2007ء، طابع: ٹی ایس پرنٹرز، گوالمنڈی، راولپنڈی، ناشر: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ص15
3. عبدالحیٔ بن فخر الدین، العلامۃ، الشریف، (المتوفی 1341ھ) الاعلام بمن فی تاریخ الھند من الاعلام المسمیٰ نزھۃ الخواطر و بھجۃ المسامع والنواظر، ناشر: دارابن حزم، اشاعت اول 1999ء، جلد7، ص1027
4. حمید، سید، شطاری، قرآن کریم کے اردو تراجم وتفاسیر کا تنقیدی مطالعہ، سن اشاعت: ستمبر 1982ء، حیدر آباد، ص144
5. شبیر احمد، عثمانی، تفسیر عثمانی مع اضافہ تفسیری عنوانات، مقدمہ ترجمہ شیخ الہند، ناشر: دارالاشاعت کراچی، سن اشاعت: فروری 2007ء، ص16
6. محمد باقر خان، خاکوانی، پاکستان میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر، محولہ بالا، ص21
7. الانعام۔158
8. الرعد:26
9. عبدالحق، مولوی، قدیم اردو، اشاعت اول 1961ء، ناشر: انجمن ترقی اردو پریس کراچی، ص132
10. شبیر احمد، عثمانی، تفسیر عثمانی مع اضافہ تفسیری عنوانات، مقدمہ ترجمہ شیخ الہند، محولہ بالا، ص17
11. اخلاق حسین، قاسمی، دہلوی، مستند موضح قرآن، ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص26/25
12. محمد باقر خان، خاکوانی، پاکستان میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر، محولہ بالا، ص23
13. شبیر احمد، عثمانی، تفسیر عثمانی مع اضافہ تفسیری عنوانات، مقدمہ ترجمہ شیخ الہند، محولہ بالا، ص13
14. ایضاً، ص14
15. عبدالحق، مولوی، قدیم اردو، محولہ بالا، ص133
16. ایضاً، ص132، 131
17. محمد باقر خان، خاکوانی، پاکستان میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر، محولہ بالا، ص22